بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُشْرِكِينَ ﴿٣١﴾ مِنَ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيَعًا ۖ كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ ﴿٣٢﴾

ترجمہ: اور نہ ہو جانا تم مشرکوں میں سے یعنی ان لوگوں میں سے جنہوں نے پھوٹ ڈال دی اپنے دین میں اور بٹ گئے فرقوں میں۔ ہر فرقہ اس (طریقے) پر جو ان کے پاس ہے مگن ہے۔

خطبہ

جمعۃ المبارک

''یکم فروری ۲۰۱۳ بمطابق ۱۹ ربیع الاول ۱۴۳۴ ھجری''

عنوان

امت مسلمہ کی طاقت وقوّت کا سرچشمہ عبدیت اور ایمان والی زندگی

زیر اہتمام: شعبہ دینی امور جوہری ٹرسٹ (جامع مسجد الرحمٰن، نئی آبادی اٹاری سروبہ، لاہور)

نوٹ: ہم وضاحت کے ساتھ یہ بات آپ کے علم میں لانا چاہتے ہیں کہ الحمداللہ ہمارا کسی فرقہ، کسی مسلک، کسی سیاسی گروہ یا جماعت سے کوئی تعلق نہیں ہے ہمارا عزم ہے کہ ہم نے اپنے معاشرے سے انتشار اور افتراق (صوبائیت، لسانیت اور فرقہ واریت) کو ختم کرنا ہے اور بہترین معاشرہ بنانا ہے اس کے لیے ہم نے ایک انسانی کوشش شروع کی ہے اور ہر انسانی کوشش میں غلطیوں کا امکان رہتا ہے لہٰذہ ہماری تحریر میں جو کچھ صحیح نظر آئے نورِ قرآنی ہے اور جہاں کہیں غلطی نظر آئے وہ ہماری کوتاہی ہے۔ اس ادنیٰ سی کوشش کو آپ تک پہنچانے کے لیے خطبات کا سلسلہ ایک کڑی ہے ہم امید رکھتے ہیں کہ آپ ہماری اس کاوش کو سراہیں گے اور آپ کو ہم اپنے شانہ بشانہ پائیں گے۔ اللہ پاک ہمیں استقامت دے اور معاشرتی بہتری کے لیے زیادہ سے زیادہ کردار ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

زیر نگرانی: محترم جاوید اختر جوہری صاحب

صدر جوہری ٹرسٹ و جامع مسجد الرحمٰن

اب آپ خطبہ جمعۃ المبارک انٹرنیٹ پر بھی دیکھ سکتے ہیں:

www.johritrust.org

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اِنَّمَا کَانَ قَوۡلَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ اِذَا دُعُوۡۤا اِلَی اللّٰہِ وَ رَسُوۡلِہٖ لِیَحۡکُمَ بَیۡنَہُمۡ اَنۡ یَّقُوۡلُوۡا سَمِعۡنَا وَ اَطَعۡنَا ؕ وَ اُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ ﴿۵۱﴾ وَ مَنۡ یُّطِعِ اللّٰہَ وَ رَسُوۡلَہٗ وَ یَخۡشَ اللّٰہَ وَ یَتَّقۡہِ فَاُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡفَآئِزُوۡنَ ﴿۵۲﴾ (النور:۵۱ تا ۵۲)

ترجمہ: مومنوں کی بات تو یہ ہوتی ہے کہ جب انہیں اللہ اور رسول کی طرف بلایا جاتا ہے تاکہ رسول ان کے درمیان فیصلہ کریں تو وہ یہ کہتے ہیں کہ: ’’ہم نے (حکم) سن لیا، اور مان لیا‘‘ اور ایسے ہی لوگ ہیں جو فلاح پانے والے ہیں۔ اور جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی فرماں برداری کریں، اللہ سے ڈریں، اور اس کی نافرمانی سے بچیں، تو وہی لوگ کامیاب ہیں۔

اس دنیا میں حالات کے بدلنے سے بہت سے لفظوں کے معنی بھی بدل جاتے ہیں۔ یعنی ایک زمانہ میں ایک لفظ کا مطلب کچھ سمجھا جاتا ہے اور دوسرے زمانہ میں حالات کے تبدیل ہونے سے اسی لفظ سے دوسرا مطلب سمجھا جانے لگتا ہے۔ پہلے اس بات کو آپ ایک معمولی سی مثال سے سمجھ لیجئے۔ ایک زمانہ تھا کہ روپیہ چاندی کا سکہ ہوتا تھا گویا اس دور میں جب روپیہ کا لفظ بولا جاتا تو ہر سننے والے کا ذہن چاندی والے روپے کی طرف جاتا تھا۔ تو روپیہ کا معنی چاندی کا سکہ تھا۔ پھر اُسی روپے کو معمولی سی دھات سے بنایا جانے لگا پھر وہی روپیہ کاغذ کے نوٹ کی صورت میں آ گیا۔ اور اب وہ روپیہ پھر ایک معمولی سی دھات کا ہے اب اگر روپیہ کا نام لیا جائے تو ہر سننے والے کا ذہن چاندی اور کاغذ کے روپے کی بجائے اسی سکے کی طرف جائے گا جو آج کل رائج ہے یعنی اب روپے کا معنی بدل گیا ہے۔

بالکل اسی طرح سمجھ لیجئے کہ مومن اور مسلم کے لفظ کا حشر ہوا ہے۔ اب سے قریباً ۱۵ صدی پہلے ہماری یہ دنیا ایمان کی حقیقت سے اور مومنین کے وجود سے تقریباً خالی ہو چکی تھی، اللہ رب العزت نے سیدنا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنا رسول بنا کر بھیجا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ یہ کام کیا کہ وہ دنیا کو ایمان کی حقیقت بتائیں، اس کی طرف دعوت دیں، اور مومنین کی جماعت بنائیں، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے لئے جدوجہد کی، اور چند روز میں ایمان اور اسلام والوں کی ایک جماعت بن گئی۔ ان سب کی ایک خاص طرح کی زندگی تھی۔ اور ان میں اور دنیا کے دوسرے لوگوں میں بعض نہایت گہرے اور بنیادی قسم کے فرق تھے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

مثلاً ایک فرق یہ تھا کی دنیا میں اس وقت عام طور پر لوگ اپنی خواہشات پر چلنے کے عادی تھے اور من مانی کی زندگی کا عام چلن تھا۔ لیکن یہ لوگ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایمان واسلام کی دعوت کو قبول کر کے مومن اور مسلم ہو گئے تھے، ان کا حال مختلف تھا انہوں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ ہم اب اپنے جی کی خواہشوں پر نہیں چلیں گے اور من مانی کی زندگی نہیں گزاریں گے، بلکہ اپنے پیدا کرنے والے کے جو احکام ہم کو اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے معلوم ہوں گے ہم ان کے پابند ہو کر زندگی گزاریں گے اور وہ ایسا ہی کرتے تھے۔

اسی طرح ایک فرق ان میں اور دنیا کے دوسرے لوگوں میں یہ تھا کہ اس وقت کی ساری دنیا میں صرف اسی دنیا کی ضرورتوں اور ترقیوں کے لئے جدوجہد کا عام رواج تھا، اور مرنے کے بعد والی زندگی کی فکر سے لوگ عموماً غافل تھے۔ لیکن رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جو لوگ تھے ان کا حال یہ تھا کہ وہ دنیا سے بیسوں پچاسوں گنا زیادہ آخرت کی فکر رکھتے تھے، اور دنیا کے راحت و آرام کے لئے جتنا کچھ وہ کرتے تھے اس سے سینکڑوں گنا زیادہ آخرت کے چین و آرام کے لئے کرتے تھے، وہ اپنی قابلیت اور محنت سے جو کماتے تھے اپنے ذاتی عیش پر خرچ کرنے کے بجائے اس کا زیادہ حصہ آخرت کے ثواب کی لالچ میں غریبوں محتاجوں پر خرچ کر دیتے تھے۔ غلاموں کو خرید خرید کر آزاد کرتے تھے۔ دوسرے قرضداروں کے قرضے ادا کرتے تھے،

اسی طرح کی، دنیا سے نرالی ایک اور بات ان میں یہ تھی کہ عام دنیا اپنے محسوسات، مشاہدات اور تجربات پر ہی یقین رکھتی تھی، اور آج بھی ساری دنیا کا یہی حال ہے کہ زندگی کی پوری بنیاد بس محسوسات و مشاہدات اور مادی اسباب و تجربات ہی پر قائم ہے لیکن وہ لوگ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت کو قبول کر کے مومن بنے تھے ان کا حال یہ تھا کہ ان کو اپنے مشاہدات اور تجربات سے کہیں زیادہ اللہ تعالیٰ کے ان وعدے اور وعیدوں اور اس کی ان صفتوں پر یقین تھا جن کا علم ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بتانے سے حاصل ہوا تھا۔ اس دنیا کا یہ عام تجربہ اور مشاہدہ ہے کہ مادی اسباب کی طاقت اور زیادتی سے قومیں اور جماعتیں اس دنیا میں قوت اور غلبہ حاصل کر لیتی ہیں اور جس فریق کے پاس مادی اسباب کم اور کمزور ہوں وہ مغلوب ہوتا ہے یہ وہ علم ہے جو تجربہ اور مشاہدہ سے حاصل ہوتا ہے۔ صحابہؓ

کرام بھی اپنے تجربہ اور مشاہدہ سے اس حقیقت کا علم رکھتے تھے لیکن اس کے مقابلہ میں ایک علم ان کو رسول اللہ ﷺ نے دیا تھا اور وہ یہ کہ اگر کوئی قوم اللہ پر سچا ایمان رکھتی ہے اور زندگی میں اس کے حکموں پر چلنے والی ہو یعنی اس کی زندگی بندگی والی ہو، تو اپنی تعداد کی کمی اور اسباب کی قلت کے باوجود، زیادہ تعداد اور اسباب رکھنے والی غیر مومن اور نافرمان دوسری قوم کے مقابلے میں وہ اللہ کی غیبی مدد سے غالب ہوگی، اور اللہ ضرور اسے سربلند کرے گا۔

تو یہ دوسرا وہ علم تھا جس کا کبھی انہوں نے تجربہ اور مشاہدہ نہیں کیا تھا، صرف رسول اللہ ﷺ نے انہیں ایسا بتلایا تھا۔

اسی طرح ساری دنیا سے انوکھی، ان کی صفت یہ بھی تھی کہ ان کو اپنے ذاتی دنیوی مقاصد اور شخصی مفادات سے کم سے کم دلچسپی تھی بلکہ گویا تھی ہی نہیں، ساری دلچسپی بس اس کام سے تھی کہ زندگی کے جس ایمانی طریقے کو اچھا سمجھ کر ہم نے اختیار کیا ہے اور جو انسانوں کے لئے واقع میں سب سے بہتر ہے اور ان کے پیدا کرنے والے کا پسند کیا ہوا ہے، کسی طرح زیادہ سے زیادہ انسان اس کو اپنالیں اور اس دولت میں ہمارے شریک ہو جائیں، یہ دھن ان پر اس درجہ سوار تھی کہ اپنے کاروبار کو ترقی دینے بلکہ بیوی بچوں کے پالنے سے بھی زیادہ انہیں اس کی لگن اور فکر تھی ان کی اس حالت کو دیکھ کر ان کے وہ اعزہ اور اقرباء جو ایمان نہیں لائے تھے انہیں مجنون اور پاگل سمجھتے تھے۔

بہر حال اسلام کے دور اول کے مسلمانوں اور غیر مسلموں کی زندگی میں یہ چند گہرے اور بنیادی فرق تھے جن کو ہر وہ شخص محسوس کرتا تھا جس کا کبھی ان مسلمانوں سے واسطہ پڑتا تھا اس کا نتیجہ یہ تھا کہ اس زمانہ میں مسلمان کے معنی ایسے آدمی کے تھے جس میں یہ باتیں پائی جاتی ہوں، یعنی جو توہمات اور خواہشات کی پیروی اور من مانی کی زندگی کے اصول کو چھوڑ کر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام کی تابعداری کو اپنا اصول زندگی بنا چکا ہو اور جس کو دنیا سے زیادہ فکر آخرت کی ہو، اور جو اپنے تجربوں اور مشاہدوں سے زیادہ اللہ اور رسول ﷺ کی بتلائی ہوئی غیبی باتوں پر یقین رکھتا ہو اور جس کو اپنے ذاتی کاموں اور ذاتی فائدوں سے زیادہ فکر اور دلچسپی اللہ کی باتوں کو دنیا میں پھیلانے اور اس کے بندوں کو اللہ کی راہ پر چلانے سے ہو۔

لیکن جب سے مسلمانوں کی حالت بدلی اور انہوں نے اپنی ان امتیازی صفات کو کھو دیا تو دنیا کی نظر میں مسلمان کے اب وہ معنی نہیں رہے جو پہلے تھے، اب جب مسلمان کا لفظ بولا جاتا ہے تو اس کے معنی وہ ہوتے ہیں جو آج کل ہم مسلمانوں کی عام حالت ہے، مسلمان کے معنی کے اندر تبدیلی بالکل اسی طرح کی ہے جس طرح روپیہ کے متعلق میں نے آپ کو بتلایا کہ جب ہمارے پاس چاندی والا روپیہ تھا تو اس وقت ہمارے ذہن میں معنی بھی چاندی کے تھے۔ اب معمولی سی دھات کا ہے تو ہر شخص کا ذہن روپیہ کے لفظ سے یہ معمولی دھات کے روپیہ کی طرف ہی جاتا ہے۔

میرے بھائیو اور دوستو!

مسلمانوں کی زندگی اور حالت میں یہ جو فرق ہو گیا ہے، درحقیقت یہ چاندی والے روپے اور دھات والے روپے کے فرق سے کہیں زیادہ اور گہرا ہے۔ مسلمان کی اصل روح اور طاقت اس کی وہی امتیازی صفات تھیں جن میں وہ دنیا سے نرالا تھا۔ اور اللہ کی طرف سے دنیا اور آخرت میں سرفرازی کی جو خوش خبریاں قرآن وحدیث میں سنائی گئی تھیں، اور رحمت ونصرت کے وعدے جو کیے گئے تھے، وہ سب دراصل ان ہی اصلی مسلمانوں کے تھے اور ہیں۔ جن میں وہ ایمانی صفات ہوں جن کا میں تذکرہ کیا ہے، یعنی ان کی زندگی عبدیت اور اطاعت والی ہو، اور اللہ کے دین کے فروغ کی دلچسپی ہو۔

رہے ایسے لوگ جو اپنے آپ کو مسلمان تو کہتے ہیں لیکن انہوں نے عملی زندگی میں اللہ کے احکام کو پس پشت ڈال رکھا ہو، اور آخرت کو بھول کر صرف دنیا کو اپنا مقصد بنا لیا ہو اور ان کی پوری زندگی صرف اپنے مشاہدہ اور تجربہ کی بنیاد پر چل رہی ہو، اور غیب کے یقین کی ان کی عملی زندگی میں کوئی نشانی نہ ہو، اور ان کی ساری سعی ومحنت اور دوڑ دھوپ صرف اپنے یا اپنے بال بچوں کے دنیاوی عیش وآرام کے لئے ہو، تو ایسے نام کے مسلمانوں کے لئے ہرگز اللہ کی طرف سے کوئی خوشخبری نہیں ہے، بلکہ ایسوں کے لئے تو قرآن میں صاف صاف غضب اور لعنت کی وعیدیں ہیں، خدارا سوچیئے ------------ کہ اس وقت مسلمان کہلانے والی قوم میں ان دو قسموں میں سے کس قسم کے مسلمان زیادہ ہیں۔

افسوس! مسلمان ایمانی زندگی سے خالی ہو کر اسکی طاقت اور تاثیر کو بھول گئے ہیں، حالانکہ سچ یہ ہے کہ ایمان والی زندگی ہی اس دنیا میں سب سے بڑی طاقت ہے۔ آپ

ذرا تصور کیجئے نفس پرستی اور غرض پرستی کی اس دنیا میں اگر کوئی قوم ایسی ہو جو اپنی نفسانی خواہشوں کے بجائے اللہ کے احکام پر چلتی ہو، اور ذاتی ترقیوں اور دنیوی فائدوں سے زیادہ اس کو دنیا بھر کی فلاح اور بہبود سے دلچسپی ہو، اور یہاں کی لذتوں اور خوش عیشیوں سے زیادہ اس کو آخرت کی طلب اور فکر ہو، اللہ پر سچے ایمان اور اس کی تقدیر پر سچے یقین کی وجہ سے موت کا ڈر اس کے دل سے نکل چکا ہو، تو ذرا سوچیئے کہ دنیا میں ایسی قوم کا کیا مقام ہوگا اور دوسرے اس کو کس نظر سے دیکھیں گے۔ ایمان اور عبدیت والی یہ زندگی ایک مقناطیس ہے، جس کی طرف وہ تمام روحیں آپ سے آپ کھنچتی ہیں جن میں نیکی اور بھلائی پسندی کی کچھ رمق باقی ہو۔۔۔۔۔۔آج مسلمان امت سخت مایوس اور ہراساں ہے کیوں کہ جن چیزوں کو انہوں نے اپنا سہارا سمجھا تھا آہستہ آہستہ وہ سب ان کا ساتھ چھوڑ چکی ہیں۔آج ہر طرف سے مسلمان کے ساتھ عناد اور سخت نفرت برتی جارہی ہے، اور ہر طرف سے دشمن ان کی بدخواہی اور بیخ کنی پر کمر باندھے ہوئے ہیں، کاش کسی طرح ان پریشان حال صورت میں مسلم امہ کو یہ سمجھ آجائے کہ ان تمام مشکلات کا حل بھی ایمانی اور عبدیت والی زندگی ہی ہے حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کے پاس یہی زندگی تھی جس سے انہوں نے لاکھوں دلوں کو فتح کیا۔اور حضرت بابا فرید الدین شکر گنجؒ کے متعلق آپ نے سنا ہوگا کہ یکے بعد دیگرے کتنے آدمی ان کے قتل کے ارادے سے آئے، لیکن جو آیا اس نے کلمہ اسلام پڑھا اور ان کے خادموں شامل ہوگیا۔

دوستو! یہ بات طے شدہ ہے کہ مسلمانوں کا صرف متوسط طبقہ بھی اپنے اندر یہ تبدیلی پیدا کرلے اور اس کی زندگی ان چند بنیادی باتوں میں غیر مسلموں سے واضح طور پر ممتاز ہوجائے یعنی ایسی صورت ہوجائے کہ جس کا ان سے واسطہ پڑے، وہ صاف دیکھ لے کہ ان کی زندگی دنیا کے دوسرے انسانوں کی طرح نفس پرستی اور غرض پرستی کی زندگی نہیں رہی، بلکہ یہ وہی کرتے ہیں اور کرنا چاہتے ہیں جو ان کے نزدیک اللہ کا حکم ہے، اور دوسروں کی طرح یہ لوگ صرف دنیا کی منفعتوں اور لذتوں ہی کے طلب گار نہیں ہیں، بلکہ دنیا سے بہت زیادہ فکر ان کو آخرت کی ہے اور یہ اپنی قوتوں کو ذاتی ترقیوں اور دنیوی فائدوں سے زیادہ دوسروں کی بھلائی اور خیر خواہی میں صرف کرتے ہیں اور کرنا چاہتے ہیں اور اللہ پر اور اس کی قدرتوں پر ان کو ایسا ہی بھروسہ ہے جیسا کہ ایک سچے مومن کو ہونا چاہیے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے تقریباً تین سو ایمان والے رفیقوں کو جو اپنی اقتصادی بدحالی کی وجہ سے جسمانی طور پر بھی کمزور تھے اور جن کے ہاتھ ضروری سامان جنگ سے بھی خالی تھے، جب بدر کے میدان میں مکہ کی طاقت اور فوج کے مقابلے میں اتارا تو سجدہ میں پڑ کر اللہ رب العزت سے ان لفظوں میں سفارش کی تھی۔

اَللّٰھُمَّ ان تُھْلِكْ ھٰذِہِ الْعَصَابَۃَ لَنْ تُعْبَدَ فِی الْاَرْضِ بَعْدُ،

آپ کی اس دعا کا مطلب یہ تھا کہ:

''اے میرے اللہ! اگر میرے ساتھیوں کی اس چھوٹی سی جماعت کی آج تو نے مدد نہ فرمائی اور ان کا کثیر التعداد طاقت ور دشمن ان کو تباہ کرنے میں کامیاب ہوگیا، تو دنیا سے تیری عبدیت والی زندگی کا خاتمہ ہوجائے گا کیوں کہ یہی تیرے وہ بندے ہیں جنھوں نے عبدیت والی زندگی کو قبول کیا ہے، اور اس کو دنیا میں پھیلانے کا عہد کیا ہے''

خوب سمجھ لینا چاہیے اور ہم کو کسی دھوکا میں نہیں رہنا چاہیے، کہ مسلمان نامی قوم کا اللہ رب العزت پر کوئی حق نہیں ہے، ہاں اس جماعت اور اس امت کی حفاظت اور مدد اللہ نے اپنے ذمہ لی ہے، جو ایمانی، عبدیت والی زندگی کی حامل اور دنیا میں اس کے فروغ کے لیے کوشش کرنے والی ہو۔

كَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ۔ (القرآن)

''ہم پر حق ہے ایمان والوں کی مدد کا''

وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ۔ (القرآن)

''اور اللہ ضرور مدد کرے گا ان کی جو اس کے دین کی مدد کریں گے، بلاشبہ اللہ بڑی قوت والا اور غلبہ والا ہے''

اللہ رب العزت سے دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ایمان والی اور عبدیت والی زندگی نصیب فرمائے۔اور آج مسلم امہ کو اس بات کا یقین عطا فرمائے کہ دنیا آخرت کی کامیابی اسی زندگی میں ہے۔(آمین)

هٰذا ما عندي وعلم عند الله عزّ وجلّ

دُعائیں

اے رب العرش العظیم ہماری آنکھوں کی روشنی کو قرآنی الفاظ سے تیز فرمادے

اے رب العرش العظیم ہمارے کانوں میں اپنے دین کی مٹھاس بھر دے

اے رب العرش العظیم ہماری زبانوں کو اپنے نور کی مٹھاس سے بھر دے

اے رب العرش العظیم ہمارے دلوں کو اپنے نور سے منور کر دے

اے رب العرش العظیم اس دن سے بچا جس دن صور پھونکا جائے گا

اے رب العرش العظیم اس دن سے بچا جس دن حساب کتاب کے بعد اعمال نامہ بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا

اے رب العرش العظیم اس دن سے بچا جس دن چہرے سیاہ کر دیے جائے گے

اے رب العرش العظیم ہماری مدد فرما

اے رب العرش العظیم ہمیں سیدھا راستہ دیکھا

فانصر علی القوم الکافرین

فانصر علی القوم الظالمین

فانصر علی القوم المشرکین

کیا آپ نے کبھی سوچا ہے؟

جب ہم صحیح مسلمان تھے کسی گروہ یا فرقہ میں تقسیم نہ تھے تب قرطبہ پر مسلمان حکمران تھے خلافتِ عثمانیہ بھی مسلمانوں کی پہچان تھی تعلیمی درس گاہیں بھی مسلمانوں کی تھی سائنسداں بھی مسلمان تھے دنیا میں ہر نئی چیز مسلمان متعارف کرواتے تھے جب سے ہم نے صوبائیت، لسانیت کو اپنایا اور فرقہ بندی کو اپنی پہچان بنایا تب سے ہم ہر شعبہ میں زوال کا شکار ہیں۔ پستی اور ذلت مسلمانوں کا مقدر بنتی جارہی ہے۔ آیئے ہم پھر سے صحیح مسلمان بن جائیں اپنی پہچان بطور مسلمان کروائیں تاکہ اللہ کی رحمتوں کا نزول ہو گم شدہ میراث واپس مل جائے اور عظمت رفتہ بحال ہوجائے اور پھر شان سے زندگی گزارنے لگ جائیں جیسے مدینہ منورہ کی پہلی اسلامی ریاست میں صحابہؓ شان سے زندگی گزارتے تھے۔

آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ ہم سب کو قرآن کی تعلیمات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ